

## خطرے کے سائے میں جینا۔ مقصد کھوئے بغیر

جنگلوں اور وسیع پیمانے پر ہونے والی تباہی سے لرزتی ہوئی اس دنیا میں، خوف محسوس ہونا ایک فطری امر ہے۔ لیکن اسے ہماری زندگیوں پر حکمرانی نہیں کرنی چاہیے۔ غیر یقینی صورتحال اور موت ہمیشہ سے اٹل حقیقتیں تھیں؛ جنگ نے تو صرف تحفظ کے اس واسطے کو تار تار کیا ہے جس میں ہم جی رہے تھے۔ ایمان تباہی کو مٹاتا نہیں ہے، بلکہ یہ اسے ایک مقصد اور معنی عطا کرتا ہے۔ اصل کام خوف سے مفلوج ہونا نہیں بلکہ با مقصد زندگی گزارنا ہے؛ یعنی جب امن میسر ہو تو اس پر شکر گزار ہونا، زندگی کی نزاکت کا احساس رکھنا، اور ہر لمحے کو دیانت اور مقصد کے ساتھ استعمال کرنے کا عزم کرنا۔

میں نے دھیمی آواز میں بات کی، لیکن یہ سوال کئی دنوں سے میرے ذہن پر بوجھ بنا ہوا تھا۔

"میں جہاں بھی دیکھتا ہوں،" میں نے کہا، "صرف تباہی نظر آتی ہے۔ نیوزالرٹس، تصویریں، اعداد و شمار اور بریکنگ نیوز۔ میرے آس پاس کچھ لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں، جیسے یہ کچھ بھی نہ ہو۔ دوسرے اس قدر پریشان ہیں کہ بستری سے اٹھنا بھی ان کے لیے مشکل ہے۔ اور کبھی کبھی میں خود کو ان کے درمیان کہیں معلق محسوس کرتا ہوں۔" بانہر تو ہوں، لیکن سمجھ نہیں پاتا کہ کیا کہوں، کیا رد عمل دوں، یا اپنی زندگی کو تعمیر کیسے بناؤں۔"

انہوں نے بغیر کسی مداخلت کے میری بات سنی۔

"یہ کوئی خیالی خوف بھی نہیں ہے،" میں نے مزید کہا۔ "یہ بالکل حقیقی محسوس ہوتا ہے۔ لوگ مر رہے ہیں۔ بستیاں مٹانی جا رہی ہیں۔ کسی بھی لمحے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ ایسی صورتحال میں کوئی انسان کیسے کام کر سکتا ہے۔" منصوبہ بندی، امید یا محنت۔" جب سر پر ہر وقت خطرہ منڈلا رہا ہو؟"

انہوں نے پیچھے ٹیک لگائی، جیسے وہ بہت سوچ سمجھ کر الفاظ کا انتخاب کر رہے ہوں۔

"جو کچھ تم بیان کر رہے ہو،" انہوں نے کہا، "وہ کوئی غیر منطقی خوف نہیں ہے۔ اور یہ فرق بہت اہمیت رکھتا ہے۔"

میں نے نظریں اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔

"موت، عدم استحکام، اور غیر یقینی صورتحال،" انہوں نے بات جاری رکھی، "یہ ذہنی مغالطے نہیں ہیں بلکہ زندگی کے حقائق ہیں۔ مسئلہ تب شروع ہوتا ہے جب ہم حقیقت کے شعور اور خوف کی وجہ سے طاری ہونے والے جمود کے درمیان فرق کرنا بھول جاتے ہیں۔"

انہوں نے وضاحت کی کہ ہم اپنی زندگی کا بیشتر حصہ یقین کے ایک سراب میں گزارتے آئے ہیں۔ ہم یہ فرض کر لیتے تھے کہ ہمارے پیارے خیریت سے گھر لوٹ آئیں گے۔ ہم نے تحفظ، تسلسل اور وقت کو اپنا حق سمجھ لیا تھا۔ حالانکہ اس کی کبھی کوئی ضمانت نہیں دی گئی تھی۔

"تو پھر اب کیا بدلا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"صرف منظر نامہ بدلا ہے (Visibility)،" انہوں نے جواب دیا۔ "خود غیر یقینی صورتحال نہیں بدلی۔"

زندگی ہمیشہ سے ہی نازک تھی؛ زلزلے، حادثات، اچانک بیماری اور نقصانات۔ ان میں سے کچھ بھی نیا نہیں تھا۔ لیکن اب تباہی ہر وقت نظروں کے سامنے رہنے لگی ہے۔ انسانی ذہن اس واضح نظر آنے کو اشدت میں اضافے کے طور پر دیکھتا ہے۔

"یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے آپ اپنی پوری زندگی سمندر کے قریب رہے ہوں،" اس نے کہا، "لیکن گھبراہٹ شروع کیا ہو جب آپ نے ہر پانچ منٹ بعد موسم کی ایپ (app) چیک کرنا شروع کر دی۔"

"مگر کیا اس طرح خوف بجا معلوم نہیں ہوتا؟" میں نے سوال کیا۔ "اگر خطرہ واقعی ہے، تو کیا ڈرنے کا جواز موجود نہیں ہے؟"

"ہاں،" انہوں نے کہا۔ "خوف حقیقی ہے۔ لیکن خوف کو کبھی زندگی کا محرک (driver) نہیں بنانا چاہیے تھا۔"

پھر انہوں نے ایک ایسی بات کہی جس نے گفتگو کا رخ ہی بدل دیا۔ "انہوں نے کہا کہ جنگ جیسے وقت میں خوف کو آگے بڑھنے کے لیے تحریک بنانا چاہیے، نہ کہ ایک پنجرے کی سی رکاوٹ۔"

میں نے ان سے اس کی وضاحت چاہی۔

"پہلی بات،" انہوں نے کہا، "اسے شکر گزاری کو بیدار کرنا چاہیے۔ اکثر لوگوں کو امن کی قدر تب ہی ہوتی ہے جب وہ خطرے میں ہو۔ عام سی صبحیں، روزمرہ کے کام کاج، کل کے لیے منصوبہ بندی کرنے کی سہولت، اور پرسکون گفتگو۔ یہ سب وہ نعمتیں تھیں جو شناسائی کے پردوں میں چھپی ہوئی تھیں، اس لیے نہیں کہ وہ غیر اہم تھیں۔"

یہ بات میرے دل کو لگی۔ میں نے امن کے دنوں کو کتنی لاپرواہی سے گزارا۔

"اور دوسری بات،" انہوں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا، "یہ خوف ہمیں اس حقیقت کی یاد دہانی کراتا ہے جسے ہم آسانی سے بھلا دیتے ہیں—کہ زندگی کے اس مرحلے کا ایک یقینی اختتام ہے۔ صرف جنگوں کا ہی نہیں، بلکہ خود زندگی کا بھی۔"

وہ چھت کی طرف گھورتے ہوئے تھوڑی دیر کے لیے رکے۔ پھر اضافہ کیا، "جب ہمیں یاد دہانی کرائی جاتی ہے تو ہم حیران ہوتے ہیں، لیکن یہ حقیقت ہمیشہ سے موجود تھی۔ یہ دنیا کبھی مستقل نہیں تھی۔ امن کی کبھی ضمانت نہیں تھی۔ وقت کبھی لاتنا ہی نہیں تھا۔ خوف صرف اس واسطے کے پردے کو چاک کر دیتا ہے۔"

انہوں نے ایک ایسی مثال دی جو میرے ذہن میں نقش ہو گئی: "ایک ایسے مسافر کا تصور کریں جسے معلوم ہو کہ آگے آنے والا ایل نازک ہے۔ آگاہی اسے محتاط بناتی ہے، جبکہ بوکھلاہٹ (Panic) اسے مفلوج کر دیتی ہے۔ احتیاط اسے پار کرنے میں مدد دیتی ہے، جبکہ بوکھلاہٹ اسے کوشش کرنے سے پہلے ہی نیچے گرا دیتی ہے۔"

انہوں نے کہا کہ یہی اصل فرق ہے۔

ہمیں موت نہیں تباہ کر رہی تھی، بلکہ موت کے ساتھ ہمارا رویہ ہمیں اندر سے توڑ رہا تھا۔

انہوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، "ایمان جو کام کرتا ہے، وہ یہ نہیں ہے کہ موت کو منظر نامے سے ہی ہٹا دے، بلکہ یہ موت کو ایک تناظر فراہم کرتا ہے۔

موت کوئی ہولناک مداخلت نہیں تھی، بلکہ ایک منتقلی کا مرحلہ تھی۔ اصل سوال یہ نہیں تھا کہ یہ کب ہوگی، بلکہ یہ تھا کہ اس کے آنے تک زندگی کو کس طرح استعمال کیا جا رہا ہے۔ "زندگی،" انہوں نے نرمی سے کہا، "وہ واحد سفر ہے جو دیر پا کامیابی کی طرف لے جاسکتا ہے۔"

وہ جملہ میرے اندر اتر گیا۔

"اگر آپ اس لیے جینا چھوڑ دیں کیونکہ موت واقع ہو سکتی ہے،" انہوں نے مزید کہا، "تو آپ اس موقع کو ضائع کر رہے ہیں جو موت کو معنی دیتا ہے۔"

انہوں نے متوازن بات کی۔ نہ کہ انکار یا جنون کی۔ اس طرح منصوبہ بندی کرنا جیسے کل کا دن موجود ہے، لیکن اندرونی طور پر اس کے لیے بھی تیار رہنا اگر وہ نہ ہو۔ ہر لمحے کی قدر کرنا، اس لیے نہیں کہ وہ محفوظ ہے، بلکہ اس لیے کہ وہ قابل استعمال ہے۔

دس سیکنڈ بھی ارادے کے ساتھ استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ دس منٹ بھی مقصد کے ساتھ جیے جاسکتے ہیں۔ یہاں تک کہ خوف بھی ایک ظالم آقا بننے کے بجائے ایک یاد دہانی بن سکتا ہے۔

"المیہ مرنا نہیں ہے،" انہوں نے کہا، "المیہ یہ ہے کہ خوف زندگی کو محدود کر دے۔"

اس بات نے ہر چیز کا رخ بدل دیا۔

دنیا اچانک غیر یقینی نہیں ہو گئی تھی۔ اس نے صرف ہمیں اس سچائی کی یاد دلائی تھی جسے ہم نے خود کو بھلانے کی تربیت دی تھی۔

زندگی کبھی مستقل نہیں تھی۔ کچھ کبھی مستقل نہیں تھے۔ یہاں تک کہ خوف خود بھی مستقل نہیں تھا۔

جو چیز مستقل ہے وہ ہے ذمہ داری—یعنی جتنا بھی وقت باقی ہے اسے سمت، معنی اور دیانت کے ساتھ استعمال کرنے کی ذمہ داری۔

ہماری گفتگو ختم ہوئی تو مجھے ایک گہری حقیقت کا ادراک ہوا: مستقل خطرے کے سائے میں جینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان مستقل دہشت میں جیے۔ اس کا مطلب ہے شعوری اور ارادی طور پر جینا (Living deliberately)۔ جب امن ہو تو اس پر شکر گزار ہونا۔ اس اختتام کا شعور رکھتے ہوئے جو لازماً پیش آنا ہے۔ اور زندگی کے اختتام تک اسے بھرپور طریقے سے جینے کا عزم کرنا۔